خلفائے راشدین
(سیرت و کارنامے)

مرتبہ: عمران اسلم
اُستاد مدرستہ الظفر
وقف جدید ربوہ

عناوین

آیت استخلاف

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت ابو بکرصدیق رضی اللہ عنہ کا مقام
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا مقام
اشاعت اسلام
محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حفاظت منصب خلافت
کارنامے
حضرت ابو بکرصدیق رضی اللہ عنہ کی بیماری اور وفات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ قبول اسلام
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقام
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقام
اشاعت اسلام
محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
حفاظت منصب خلافت
کارنامے
ہمدردئ خلق
عدل انصاف
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مقام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مقام
اشاعت اسلام
محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
حفاظت منصب خلافت
کارنامے
ہمدردئ خلق
عدل و انصاف
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت علی رضی اللہ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام
اشاعت اسلام
محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
حفاظت منصب خلافت
کارنامے
ہمدردئ خلق
عدل و انصاف
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت

آیت:

وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْامِنْکُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ص وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِ یْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّ لَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَ مْنًا ط یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ط وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَO

(سورۃالنور:56)

’’تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لیے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔‘‘

(ترجمہ از قرآن کریم اردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن الغالب القرشی التیمی ہے۔ نسب کے لحاظ سے آپ رضی اللہ عنہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مرہ بن کعب کی اولاد ہیں۔

شب معراج کے ثبوت میں کفار کو جواب دینے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق سے ملقب ہونا مشہور ہے۔ زمانہء جاہلیت میں بھی آپ رضی اللہ عنہ قریش کے سردار تھے۔ قریش آپ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا کرتے تھے۔

ابو فصیح نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی تحریر کیا ہے کہ والد صاحب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت ہی میں خود پر شراب حرام کر لی تھی۔

ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔

ابن عساکر نے عائشہ رضی اللہ عنہا اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی زبانی لکھا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بوقت اسلام چالیس ہزار دینار تھے جو آپ رضی اللہ عنہ نے سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف کر دیئے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی تو اس وقت پانچ ہزار درہم سے زیادہ باقی نہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تمام دولت مسلمان غلاموں کو آزاد کرانے اور اسلام کی مدد میں خرچ کی۔‘‘

(تاریخ الخلفا ترجمہ اقبال الدین احمد صفحہ 44 تا 55)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں:

’’رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعویٰ نبوت فرمایا تو اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے واپس تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہ کی ایک لونڈی نے آپ سے کہا کہ آپ کا دوست تو (نعوذ باللہ) پاگل ہو گیا ہے اور وہ عجیب عجیب باتیں کرتا ہے کہتا ہے کہ مجھ پر آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی وقت اُٹھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان

پر پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر دستک دی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں آپ سے صرف ایک بات پوچھنے آیا ہوں کہ آپ نے یہ کہا کہ خدا کے فرشتے مجھ پر نازل ہوتے ہیں اور مجھ سے باتیں کرتے ہیں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ ان کو ٹھوکر لگ جائے تشریح کرنی چاہی لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا آپ تشریح نہ کریں اور مجھے صرف اتنا بتائیں کہ آپ نے یہ بات کہی ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس خیال سے کہ معلوم نہیں یہ سوال کریں کہ فرشتوں کی شکل کیسی ہوتی ہے اور وہ کس طرح نازل ہوتے ہیں؟ پہلے کچھ تمہیدی طور پر بات کرنی چاہی لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پھر کہا: نہیں نہیں! آپ صرف یہ بتائیں کہ کیا یہ بات درست ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں درست ہے! اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں آپ پر ایمان لاتا ہوں اور پھر انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے دلائل بیان کرنے سے صرف اس لئے روکا تھا کہ میں چاہتا تھا کہ میرا ایمان مشاہدہ پر مبنی ہو، دلائل پر اس کی بنیاد نہ ہو کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق اور راستباز تسلیم کرنے کے بعد کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔''

(از تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 251)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام:

اَبِیْ اِدْرِیْسَ عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ کُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ اَقْبَلَ اَبُوْ بَکْرٍ اٰخِذًا بِطَرَفِ ثَوْبِہٖ حَتّٰی اَبْدٰی عَنْ رُکْبَتِہٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَّا صَاحِبُکُمْ فَقَدْ غَامَرَ فَسَلَّمَ وَقَالَ اِنِّیْ کَانَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ ابْنِ الْخَطَّابِ شَیْءٌ فَاَسْرَعْتُ اِلَیْہِ ثُمَّ نَدِمْتُ فَسَاَلْتُہٗ اَنْ یَّغْفِرَلِیْ فَاَبٰی عَلَیَّ فَاَقْبَلْتُ اِلَیْکَ فَقَالَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکَ یَا اَبَا بَکْرٍ ثَلٰثًا ثُمَّ اِنَّ عُمَرَ نَدِمَ فَاَتٰی مَنْزِلَ اَبِیْ بَکْرٍ فَسَاَلَ اَثَمَّ اَبُوْ بَکْرٍ فَقَالُوْا لَا فَاَتٰی اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ فَجَعَلَ وَجْہُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَمَعَّرُ حَتّٰی اَشْفَقَ اَبُوْ بَکْرٍ فَجَثَا عَلٰی رُکْبَتَیْہِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَاللّٰہِ اَنَا کُنْتُ اَظْلَمَ مَرَّتَیْنِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَنِیْ اِلَیْکُمْ فَقُلْتُمْ کَذَبْتَ وَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ صَدَقَ وَوَاسَانِیْ بِنَفْسِہٖ وَمَالِہٖ فَھَلْ اَنْتُمْ تَارِکُوْا لِیْ صَاحِبِیْ مَرَّتَیْنِ فَمَا اُوْذِیَ بَعْدَھَا۔

ابو ادریس سے ابو الدرداء سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں ابو بکر اپنے کپڑے (تہہ بند) کا ایک کنارہ اٹھائے ہوئے سامنے آگئے، اتنا اُٹھائے ہوئے تھے کہ ان کے گھٹنے ننگے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ساتھی تو کسی سے لڑ کے آئے ہیں۔ انہوں نے آکر السلام علیکم کہا اور بولے: میرے اور ابن خطاب کے درمیان کوئی بات ہوئی تھی تو میں نے انہیں جلد بازی میں کچھ کہہ دیا پھر میں نادم ہوا اور میں نے ان سے کہا کہ مجھے معاف کر دیں مگر انہوں نے میری بات نہیں مانی اس لیے میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ آپ نے تین بار فرمایا۔ ابو بکر! اللہ آپ کی پردہ پوشی فرمائے اور درگزر فرمائے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ بھی نادم ہوئے اور ابو بکرؓ کے گھر پر آئے، پوچھا: ابو بکرؓ یہاں ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے آ کر السلام علیکم کہا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہونے لگا اور ابو بکر ڈر گئے اور وہ دوزانو ہو کر بیٹھ گئے دو دفعہ کہا: یا رسول

اللہ! اللہ کی قسم میں ہی زیادہ قصوروار ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اللہ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا اور تم نے کہا تو جھوٹا ہے اور ابو بکر نے کہا کہ سچا ہے اورانہوں نے اپنی جان و مال سے میرے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا تو کیا تم میرا ساتھی میرے لئے چھوڑو گے بھی یا نہیں؟ پھر اس کے بعد ابو بکر کو کبھی تکلیف نہیں دی گئی۔''

(صحیح بخاری پارہ نمبر14 صفحہ168 تا170 کتاب المناقب باب مناقب مہاجرین اور ان کی فضیلت، مترجم حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام :

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی عربی تصنیف سِرُّ الْخِلَافَةُ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

وَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ لَمَّا جُعِلَ اَبِیْ خَلِیْفَةً وَ فَوَّضَ اللّٰہُ اِلَیْہِ الْاَمَارَةَ فَرَایٰ بِمُجَرَّدِ الْاِسْتِخْلَافِ تَمَوُّجَ الْفِتَنِ مِنْ کُلِّ الْاَطْرَافِ وَ مَوْرَ الْمُتَنَبِّیْنَ الْکَاذِبِیْنَ وَ بَغَاوَةَ الْمُرْتَدِّیْنَ الْمُنَافِقِیْنَ۔ فَصُبَّتْ عَلَیْہِ مَصَائِبُ لَوْ صُبَّتْ عَلَی الْجِبَالِ لَانْھَدَّتْ وَ سَقَطَتْ وَ انْکَسَرَتْ فِی الْحَالِ وَلٰکِنَّہٗ اُعْطِیَ صَبْرًا کَالْمُرْسَلِیْنَ۔ حَتّٰی جَآءَ نَصْرُاللّٰہِ وَ قُتِلَ الْمُتَنَبِّئُوْنَ وَ اُھْلِکَ الْمُرْتَدُّونَ وَ اُزِیْلَ الْفِتَنُ وَ دُفِعَ الْمِحَنُ وَ قُضِیَ الْاَمْرُ وَ اسْتَقَامَ اَمْرُ الْخِلَافَةِ وَ نَجَا اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنَ الْاٰفَةِ وَ بَدَّلَ مِنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا ۔

....فَانْظُرْ کَیْفَ تَمَّ وَعْدُ الْخِلَافَةِ مَعَ جَمِیْعِ لَوَازِمِہٖ وَ اَمَارَاتِہٖ فِی الصِّدِّیْقِ وَادْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّشْرَحَ صَدْرَکَ لِھٰذَا التَّحْقِیْقِ۔ وَ تَدَبَّرْ کَیْفَ کَانَتْ حَالَةُ الْمُسْلِمِیْنَ فِیْ وَقْتِ اِسْتِخْلَافِہٖ وَقَدْ کَانَ الْاِسْلَامُ مِنَ الْمَصَائِبِ کَالْحَرِیْقِ ثُمَّ رَدَّ اللّٰہُ الْکَرَّةَ عَلَی الْاِسْلَامِ وَ اَخْرَجَہٗ مِنَ الْبِئْرِ الْعَمِیْقِ وَ قُتِلَ الْمُتَنَبِّئُوْنَ بِاَشَدِّ الْاٰلَامِ وَ اُھْلِکَ الْمُرْتَدُّوْنَ کَالْاَنْعَامِ وَ اٰمَنَ اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ خَوْفٍ کَانُوْا فِیْہِ کَالْمَیِّتِیْنَ۔ وَ کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ یَسْتَبْشِرُوْنَ بَعْدَ رَفْعِ ھٰذَا الْعَذَابِ۔

... وَ کَانُوْا یَحْسَبُوْنَہٗ مُبَارَکًا وَّ مُؤَیَّدًا کَالنَّبِیِّیْنَ۔ وَ کَانَ ھٰذَا کُلُّہٗ مِنْ صِدْقِ الصِّدِّیْقِ وَالْیَقِیْنِ الْعَمِیْقِ وَ وَ اللّٰہِ اَنَّہٗ کَانَ اٰدَمَ الثَّانِیْ لِلْاِسْلَامِ وَالْمَظْھَرُ الْاَوَّلُ لِاَنْوَارِ خَیْرِ الْاَنَامِ وَمَا کَانَ نَبِیًّا وَّلٰکِنْ کَانَتْ فِیْہِ قُوَی الْمُرْسَلِیْنَ فَبِصِدْقِہٖ عَادَتْ حَدِیْقَةُ الْاِسْلَامِ اِلٰی زُخْرُفِہٖ التَّامِّ۔

(سِرُّ الْخِلَافَةِ ۔ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 335 و 336)

''اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب میرے والد خلیفہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے امارت ان کے سپرد کی اس وقت انتخاب خلافت ہوتے ہی ہر طرف فتنہ و فساد موجزن ہو گیا اور جھوٹے مدعیان نبوت سر نکالنے لگے اور مرتد منافق لوگوں نے بغاوت کردی۔ آپ یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ایسے مصائب ٹوٹے کہ اگر وہ کسی پہاڑ پر ٹوٹتے وہ فی الفور گر کر پاش پاش ہو جاتا لیکن آپ کو نبیوں والا صبر عطا کیا گیا۔ پھر خدا تعالیٰ کی مدد آ گئی جھوٹے نبی اور مرتد ہلاک ہو گئے، فتنے اور امتحان ٹال دیئے گئے اور خلافت استحکام پکڑ گئی اور اللہ نے مؤمنین کو نجات دے دی اور ان کے خوف کی حالت کو امن سے بدل دیا۔

......وعدۂ خلافت اپنے تمام لوازمات اور علامات کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے وجود میں پورا ہوا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو قبول کرنے کے لیے آپ لوگوں کا سینہ کھولے۔ غور کرو کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ مقرر ہونے پر مسلمانوں کی کیا حالت تھی؟ مومن اس تکلیف کے دُور ہونے کے بعد

خوشی و مسرت سے بھر گئے، وہ آپ کو ایک مبارک اور نبیوں کی طرح تائید یافتہ وجود خیال کرتے تھے۔ یہ سب کچھ صدیقؓ کے صدق کا کرشمہ تھا اور اسی گہرے یقین کی وجہ سے جو آپ یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میں پایا جاتا تھا بخدا آپ رضی اللہ عنہ اسلام کے آدم ثانی اورخیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کے مظہر اول تھے، آپ رضی اللہ عنہ نبی تو نہ تھے لیکن آپ رضی اللہ عنہ میں رسولو ں کی سی قوتیں ودیعت کی گئی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے صدق وصفا کا ہی نتیجہ تھا کہ چمنِ اسلام کی بہار و رونق واپس آ گئی۔"

اشاعت اسلام:

کتاب سیر الصحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین کے عہد میں جس قدر لڑائیاں پیش آئیں وہ سب للّہیت پر اور اعلائے کلمۃ اللہ پر مبنی تھیں اس لئے ہمیشہ کوشش کی گئی کہ اس مقصد عظیم کے لئے جو فوج تیار ہو وہ اخلاق و رفعت میں تمام دنیا کی فوجوں سے ممتاز ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی فوجی تربیت میں اس نکتہ کو ہمیشہ ملحوظ رکھا اور جب کبھی فوج کسی مہم پر روانہ ہوتی تو خود دُور تک پیادہ ساتھ گئے اور امیر عسکر کو زریں نصائح کے بعد رخصت فرمایا۔ چنانچہ ملک شام پر فوج کشی ہوئی تو سپہ سالار سے فرمایا:

اِنَّکَ تَجِدُ قَوْمًازَعَمُوْا اَنَّهُمْ جَلَسُوْا اَنْفُسَهُمْ لِلّٰهِ فَذَرْهُمْ وَاِنِّیْ مُوْصِیْکَ لَا تَقْتُلُوْا اِمْرَأَةً وَلَا صَبِيًّا وَلَا كَبِيْرَ هر مَاوَلَاتَقْتَطعن شَجَرًامُثْمَرًا وَلَا تَخْرَبْنَ عَامِرًا وَلَا تَعْقَرْنَ شَاةًوَلَابَعِيْرًا لَا لِاَكْلِهٖ وَلَا تَحْرَقَنَّ نَخْلًا وَلَا تَغْلُلْنَ وَلَا تَجْبُنَنَ۔

"تم ایک ایسی قوم کو پاؤ گے جنہوں نے اپنے آ پ کو خدا کی عبادت کے لئے وقف کر دیا ہے ان کو چھوڑ دینا میں تم کو دس وصیتیں کر تا ہوں، کسی عورت، بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا ، پھلدار درخت کو نہ کاٹنا، کسی آباد جگہ کو ویران نہ کرنا، بکر ی اور اونٹ کو کھانے کے سوا بیکار ذبح نہ کرنا، نخلستان نہ جلانا، مال غنیمت میں غبن نہ کرنا اور نہ بزدل نہ ہو جانا۔"

(سیر الصحابہ جلد 1۔صفحہ 66)

تاریخ الخلفا میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

"اسلام کی اشاعت میں بہت بڑا کام حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قرآن کریم کا تحریری صورت میں جمع ہونا تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بخاری میں بروایت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت بیان کیا گیا ہے کہ جنگ مسیلمہ کذاب کے بعد ایک روز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے (یعنی زید بن ثابت کو) یاد فرمایا۔ میں جس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا تو وہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ حضر ت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے کہتے ہیں کہ "جنگ یمامہ میں بہت سے مسلمان شہید ہو گئے ہیں، مجھے خوف ہے کہ اگر اسی طرح مسلمان شہید ہوتے رہے تو حافظوں کے ساتھ ساتھ قرآن شریف بھی نہ اٹھ جائے (کیونکہ وہ اب تک لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہے) لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کو بھی جمع کر لیا جائے"۔

میں نے ان سے یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ بھلا میں اس کام کو کس طرح کر سکتا ہوں جسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں نہیں کیا؟ تو اس پر انہوں نے یہ جواب دیا ہے کہ

واللہ! یہ نیک کام ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس وقت سے اب تک ان کا اصرار جاری ہے یہاں تک کہ اس معاملہ میں مجھے شرح صدر (القا) ہوا اور میں سمجھ گیا کہ اس کی بڑی اہمیت ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت کہتے ہیں کہ یہ تمام باتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموشی سے سن رہے تھے ، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا اے زید! تم جوان اور دانشمند آدمی ہو اور تم کسی بات میں اب تک متہم بھی نہیں ہوئے ہو (تم ثقہ ہو) علاوہ ازیں تم کاتب وحی (رسول اللہ) بھی رہ چکے ہو۔ لہٰذا تم تلاش و جستجو سے قرآن شریف کو ایک جگہ جمع کر دو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ بہت ہی عظیم کام تھا، مجھ پر بہت ہی شاق تھا، اگر خلیفۂ رسول مجھے پہاڑ اُٹھانے کا حکم دیتے تو میں اس کو بھی اس کام سے ہلکا سمجھتا۔ لہٰذا میں نے عرض کیا کہ آپ دونوں حضرات (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) وہ کام کس طرح کریں گے جو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے میرا یہ جواب سن کر یہی فرمایا: اس میں کچھ ہرج نہیں ہے۔ زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مگر مجھے پھر بھی تأمل رہا (میں خود کو ایک عظیم کام کے انجام دینے کا اہل نہیں سمجھتا ہوں) اور میں نے اس پر اصرار کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی کھول دیا (شرح صدر فرمایا) اور اس امر عظیم کی اہمیت مجھ پر بھی واضح ہوگئی۔ پھر میں نے تفحص اور تلاش کا کام جاری کیا اور کاغذ کے پرزوں، اُونٹ اور بکریوں کی شانوں کی ہڈیوں اور درختوں کے پتوں کو جن پر آیات قرآنی تحریر تھیں یکجا کیا اور پھر لوگوں کے حفظ کی مدد سے قرآن شریف کو جمع کیا سورۃ توبہ کی دو آیتیں **لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ .... الخ** مجھے حزیمہؓ بن ثابت کے سوا کہیں اَور سے نہیں مل سکیں اس طرح میں نے قرآن پاک جمع کر کے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں پیش کر دیا جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات تک ان کے پاس رہا۔''

(تاریخ الخلفاء۔ صفحہ 213 و 214)

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

اِنَّ اللّٰهَ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَ بَيْنَمَا عِنْدَهٗ فَاخْتَارَذٰلِكَ الْعَبْدَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ۔قَالَ: فَبَكٰى اَبُوْ بَكْرٍ فَعَجِبْنَا لَبُكَائِهٖ اَنْ يُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَبْدٍ خُيِّرَ۔فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمُخَيَّرُ۔ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ اَعْلَمُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمِ اِنَّ اَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِيْ مَحَبَّتِهٖ وَمَا لِهٖ اَبَا بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا غَيْرَ رَبِّى لَاتَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ خَلِيْلًا وَلٰكِنْ اَخُوَّةُالْاِسْلَامِ وَمُوَدَّتُهٗ لَايَبْقِيَنَّ فِى الْمَسْجِدِ بَابٌ اِلَّا سُدَّ اِلَّا بَابُ اَبِىْ بَكْرٍ۔

(بخاری باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اپنی رفاقت اور دنیوی ترقیات میں سے ایک کے انتخاب کی اجازت دی اور اس نے خدا تعالیٰ کی رفاقت کو ترجیح دی۔ دوسرے صحابہ تو اس تمثیل کو نہ سمجھ سکے لیکن حضرت ابو بکرؓ کی چیخیں نکل گئیں۔ صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے بندے کا ذکر فرما رہے ہیں جس کو اختیار دیا گیا ہے کہ خواہ وہ اس دنیا میں رہے اور فتوحات سے لذت اٹھائے اور خواہ اللہ تعالیٰ کے پاس آجائے۔ بھلا یہ کون سا رونے کا مقام ہے؟ کیونکہ اسلام کی فتوحات کا وعدہ پیش کیا جا رہا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ درحقیقت صحابہ کا قیاس درست نہ تھا بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی خدا داد فراست سے جو

بات معلوم کر لی وہی درست تھی کہ یہ تمثیل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے متعلق ہے اور یہ کہ آپ ہی وہ شخص ہیں جن کو اختیار دیا گیا تھا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کو پسند فرمایا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا رونا برمحل تھا۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بے تابی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ کی تسلی کے لئے فرمایا: ابو بکر ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے سبقت قدمی کرتے ہوئے اپنے مال اور اپنی جان سے میری خدمت کی ہے اور اپنی قربانی کی وجہ سے یہ مجھے اتنے محبوب ہیں کہ اگرا للہ کے سوا کسی کو محبت کا انتہائی مقام دینا جائز ہوتا تو میں ان کو دیتا مگرا ب بھی یہ میرے دوست اور صحابی ہیں اور اسلامی رشتہ اور اسلام کی پیداکردہ محبت ہمیں ملائے ہوئے ہے۔ پھر فرمایا کہ میں حکم دیتا ہوں کہ آج سے سب لوگوں کی کھڑکیاں جو مسجد میں کھلتی ہیں بند کر دی جائیں سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے اور اس طرح آپ کے عشق کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داد دی کیونکہ یہ عشق کامل ہی تھاجس نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بتا دیاکہ اس فتح نصرت کی خبرکے پیچھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ہے اور تبھی آپ رضی اللہ عنہ نے بے اختیار ہو کر کہ دیا: فَدَیْنَاکَ بِاَنْفُسِنَا وَاَمْوَالِنَاوَاٰبَآئِنَا وَاَوْلَادِنَا کہ اے کاش ہماری اور ہمارے عزیزوں کی جانوں کو قبول کر لیا جائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں رہیں۔''

(تفسیر کبیر جلد نمبر10۔صفحہ 467یا468)

حفاظت منصب خلافت:

کتاب سیر الصحابہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے واقعات کے بیان میں لکھا ہے کہ:

'' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر مشہو ر ہوتے ہی منافقین کی سازش سے مدینہ میں خلافت کا فتنہ کھڑا ہوا اور انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ میں مجتمع ہوکر خلافت کی بحث چھیڑ دی۔ مہاجرین کو خبر ہوئی تو وہ بھی مجتمع ہوئے اور معاملہ اس حد تک پہنچ گیا کہ اگر حضرت ابو بکرصدیق رضی اللہ عنہ اورحضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو وقت پر اطلاع نہ ہو جاتی تو مہاجرین اور انصار جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھا ئی بھائی کی طرح رہتے تھے باہم دست و گریبان ہو جاتے اور اس طرح اسلام کا چراغ ہمیشہ کے لیے گل ہو جاتا لیکن خدا کو تو حید کی روشنی سے تمام عالم کو منور کر نا تھا اس لیے آسمانِ اسلام پر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما جیسے مہر و ماہ پیدا کر دیئے تھے جنہوں نے اپنی عقل و سیاست کی روشنی سے اُفق اسلام کی ظلمت اور تاریکیوں کو کافور کر دیا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لئے ہوئے سقیفہ بنی ساعدہ پہنچے۔ انصار نے دعویٰ کیا کہ ایک امیر ہمارا ہو اور ایک تمھارا۔ ظاہر ہے کہ اس دوعملی کا نتیجہ کیا ہوتا؟ ممکن تھا کہ مسندِ خلافت مستقل طور پر انصار کے سپرد کر دی جاتی لیکن دِقت یہ تھی کہ قبائل عرب خصوصاً قریش ان کے سامنے گردنِ اطاعت خم نہیں کر سکتے تھے۔ پھر انصار میں بھی دو گروہ تھے: اوس اور خزرج اور ان میں باہم اتفاق نہ تھا۔ غرض ان دِقتوں کو پیش نظر رکھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اُمرا ہماری جماعت سے ہوں اور وزرا تمہاری جماعت میں سے'' اس پر حضرت خباب رضی اللہ عنہ بن المنذر انصاری رضی اللہ عنہ بول اٹھے، نہیں! خدا کی قسم نہیں! ایک امیر ہمارا ہو اور ایک تمہارا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ جوش وخروش دیکھا تو نرمی و آشتی کے ساتھ انصار کے فضائل و محاسن کا اعتراف کر کے فرمایا:

''صاحبو ! مجھے آپ کے محاسن کا انکارنہیں لیکن درحقیقت تمام عرب قریش کے سوا کسی کی حکومت تسلیم ہی نہیں کر سکتا پھر مہاجرین اپنے تقدم اسلام اوررسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاندانی تعلقات کے باعث نسبتاً آپ سے زیادہ استحقاق رکھتے ہیں۔ یہ دیکھو ابو عبیدہ (رضی اللہ عنہ) بن الجراح اور عمر (رضی اللہ عنہ)بن خطاب موجود ہیں ان میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو۔''
لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیش دستی کر کے خود حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا اور کہا:
''نہیں بلکہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں کیونکہ آپ ہمارے سردار اور ہم لوگوں میں سب سے بہتر ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔''
چنانچہ اس مجمع میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی با اثر بزرگ اور معمر نہ تھا اس لئے اس انتخاب کو سب نے زیادہ استحسان کی نظر سے دیکھا اور تمام خلقت بیعت کے لیے ٹوٹ پڑی اس طرح یہ اٹھتا ہوا طوفان دفعتاً رُک گیا اور لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز وتکفین میں مشغول ہوئے۔''

(سیر الصحابہ جلد اول۔صفحہ 40 تا41)

کارنامے:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کارنامے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
''حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خلیفۃ الرسولؐ منتخب ہونے کے بعدسب سے اہم کام احکام شریعت کی پابندی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاری کردہ احکامات پر عمل درآمد تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مساعی قابل ستائش ہیں۔
''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب بعض قبائل عرب نے زکوٰۃ دینے سے انکا ر کر دیا توحضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے خلاف جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گئے اس وقت حالت ایسی نازک تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے انسان نے مشورہ دیا کہ ان لوگوں سے نرمی کرنی چاہئے مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ابو قحافہ کے بیٹے کی کیا طاقت ہے کہ وہ اس حکم کو منسوخ کر دے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اونٹ کا گھٹنا باندھنے کی ایک رسی بھی زکوٰۃ میں دیا کرتے تھے تو میں رسی بھی ان سے لے کر رہوں گا اور اس وقت تک دم نہیں لوں گا جب تک وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ) اگر تم اس معاملہ میں میرا ساتھ نہیں دے سکتے تو بے شک نہ دو میں اکیلا ہی ان سے مقابلہ کروں گا۔''

(تفسیر کبیر جلد8۔صفحہ 108 تا109)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے قریب ایک لشکر رومی علاقہ پر حملہ کرنے کے لئے تیار کیا تھا اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اس کا افسر مقرر کیا تھا۔ یہ لشکر ابھی روانہ نہیں ہوا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر جب عرب مرتد ہو گیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوچا کہ اگرایسی بغاوت کے وقت اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر ابھی رومی علاقہ پر حملہ کرنے کے لیے بھیج دیا گیا تو پیچھے صرف بوڑھے مرد اور بچے اورعورتیں رہ جائیں گی اور مدینہ کی حفاظت کا کوئی سامان نہیں رہے گا۔ چنانچہ

انہوں نے تجویز کی کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک وفد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جائے اور اُن سے درخواست کرے کہ وہ اس لشکر کو بغاوت کے فرو ہونے تک روک لیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے یہ درخواست پیش کی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو انہوں نے نہایت غصہ سے اس وفد کو یہ جواب دیا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفا ت کے بعد ابو قحافہ کا بیٹا پہلا یہ کام کرے کہ جس لشکر کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ کر نے کا حکم دیا تھا اسے روک لے؟ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! اگر دشمن کی فوجیں مدینہ میں گھس آئیں اور کتے مسلمانوں کی لاشیں گھسیٹتے پھریں تب بھی میں اس لشکر کو نہیں روکوں گا جس کو روانہ کرنے کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا تھا۔''

(سیر روحانی مجموعہ تقاریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ۔صفحہ 491)

حضرت ابو بکرصدیق رضی اللہ عنہ کی وفات:

''حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت عمر63 سال تھی اور آپ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے 2سال 2 ماہ بعد 13 ہجری کو اپنے خالق حقیقی کے حضور حاضر ہوئے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے آقا کی مصاحبت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں دفن کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بیماری اور وفات کے متعلق آتا ہے کہ: آپ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہ اور بیٹے عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ مرض الموت کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ سخت سردیوں کے دنوں میں وہ ٹھنڈے پانی سے نہا لیے جس سے انہیں بخار چڑھ آیا اور پندرہ روز بخار میں مبتلا ہونے کے بعد وفات پا گئے۔ اس دوران (یعنی بیماری کے ایام) میں ان کے حکم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔''

(حضرت ابو بکرصدیقؓ صفحہ444 مصنفہ:محمد حسین ہیکل)

نسب نامہ حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ یہ ہے: عمر بن الخطاب بن فضیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی۔''

(تذکرۃ الخلفا صفحہ 128)

سیرالصحابہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ:
عدی کے دوسرے بھائی مرہ تھے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں۔ اس لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سلسلہ آٹھویں پشت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر مل جاتا ہے۔''

(ملخص از تاریخ الخلفاء صفحہ265)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

''قریش کے سر بر آوردہ اشخاص میں ابو جہل اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں سب سے زیادہ سرگرم تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ ان دونوں

کے لئے اسلام کی دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الۡاِسۡلَامَ بِاَحَدِ الرَّجُلَیۡنِ اَمَّا اِبۡنَ ھَشَّامٍ وَاَمَّا عُمَرَ بۡنَ خَطَّابٍ یعنی خدایا! اسلام کو ابو جہل یا عمر بن خطاب سے معزز کر مگر یہ دولت تو قسام ازل نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قسمت میں لکھ دی تھی۔ ابوجہل کے حصہ میں کیونکر آتی اس دعائے مستجاب کا یہ اثر ہوا کہ کچھ دنوں کے بعد اسلام کا یہ سب سے بڑا دشمن اس کا سب سے بڑا دوست اور سب سے بڑا جاں نثار بن گیا۔یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دامن دولت ایمان سے بھر گیا۔ ذٰالِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ۔''

(سیر الصحابہ جلد 1 صفحہ 98)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ تاریخ الخلفا میں یوں درج ہے:

''ابن سعد و ابو یعلی رحمہ اللہ تعالیٰ و حاکم اور بیہقی نے دلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عمر(رضی اللہ عنہ) تلوار حمائل کئے ایک روز گھر سے نکلے ہی تھے کہ قبیلہ بنو زہرہ کا ایک شخص آپ رضی اللہ عنہ کو ملا اور پوچھا: اے عمر! کہاں کا قصد ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادہ سے چلا ہوں، اس شخص نے کہا کہ اس قتل کے بعد تم بنی ہاشم اور بنی زہرہ سے کس طرح بچ سکو گے؟ (یعنی وہ اس قتل کا بدلہ لیں گے)اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا، اس کو جواب دیا کہ معلوم ہوتا ہے، تم نے بھی اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا ہے۔ اس شخص نے کہا میں تم کو اس سے بھی زیادہ دلچسپ بات بتاتا ہوں وہ یہ کہ تمہاری بہن اور بہنوئی دونوں اپنا آبائی دین ترک کر چکے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہیں سے پلٹ پڑے اور اپنی بہن کے گھر پہنچے اس وقت جناب خباب رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے لیکن وہ آپ رضی اللہ عنہ کی آہٹ پا کر گھر میں کسی جگہ چھپ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر میں آنے سے پہلے یہ تینوں آہستہ آواز میں سورہ طٰہٰ پڑھ رہے تھے اور ان کے آ جانے پر خاموش ہو گئے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے گھر میں داخل ہوتے ہی دریافت کیا کہ تم لوگ کیا پڑ ھ رہے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہ کی بہن اور بہنوئی نے کہا: کچھ نہیں ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دونوں بے دین ہو گئے ہو؟ آپ رضی اللہ عنہ کے بہنوئی نے کہا ہاں تمہارے دین میں حق نام کو نہیں ہے! یہ سنتے ہی آپ رضی اللہ عنہ نے غضب ناک ہو کر بہنوئی کے زور سے طمانچہ مارا۔ یہ دیکھ کر آپ رضی اللہ عنہ کی بہن ان کو بچانے آئیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے بہن کو بھی ہاتھ سے پرے دھکیل دیا جن سے ان کے بھی چوٹ آئی اور منہ خون سے بھر گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بہن نے غصہ سے کہا جب تمہارا دین سچا نہیں تو میں گواہی دیتی ہوں کہ سوائے ایک معبود کے دوسرا کوئی خدا نہیں ہے اور محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا مجھے وہ کتاب دو جو تمہارے پاس ہے تا کہ میں بھی اس کو پڑھوں! آپ رضی اللہ عنہ کی بہن نے کہا کہ تم نجس ہو اور اس مقدس کتاب کو پاک لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ پہلے غسل کرو یا کم از کم وضو کر لو، آپ رضی اللہ عنہ نے (ان کے کہنے پر) وضو کیا اور وہ کتاب لے کر پڑھی۔ اس میں سورہ طٰـہٰ لکھی ہوئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ اس کو پڑھنے لگے اور جس وقت اس آیت پر پہنچے اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ (بیشک میں ہی اللہ تعالیٰ ہوں اور کوئی دوسرا میرے سوا معبود نہیں اس لیے تم میری عبادت کرو اور میری ہی یادمیں نماز پڑھو)۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کہنے لگے کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جلدی ملا دو! جس وقت حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے یہ کلمہ سنا تو آپ رضی اللہ عنہ باہر نکل آئے اور کہا کہ اے عمر (رضی اللہ عنہ)! میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ جمعرات کی شب میں ہمارے آقا و مولا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ دعا مانگی تھی کہ الٰہی اسلام کو عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب یا عمر بن ہشام کے مسلمان ہونے سے غلبہ اور قوت عطا فرما۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کوہِ صفا کے متصل ایک مکان میں تشریف فرما تھے، حضرت خباب رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے ارادے سے روانہ ہوئے جس مکان میں اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اس کے دروازے پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ اور چند دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بطور نگران بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ کر کہا عمر رضی اللہ عنہ آرہے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کو ان کی خیریت منظور ہے تب تو یہ میرے ہاتھ سے بچ جائیں گے اور اگر ان کا ارادہ کچھ اور ہے تو پھر ان کا قتل کرنا بہت آسان ہے۔ اسی اثنا میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر ان تمام حالات پر مشتمل وحی نازل ہو چکی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکان سے باہر تشریف لا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دامن اور ان کی تلوار پکڑ لی اور فرمایا: اے عمر! کیا یہ فساد تم اس وقت تک برپا کرتے رہو گے جب تک تم پر بھی وہ خواری اور ذلت، اللہ کی طرف سے مسلط نہ ہو جائے جیسے ولید بن مغیرہ کے لیے ہوئی؟ یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنَّکَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ۔''

(تاریخ الخلفاء۔صفحہ 268 تا 270 ترجمہ: علامہ شمس بریلوی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مقام:

حَدَّثَنَا یَحْیَی ابْنُ قَزَعَةَ حَدَّ ثَنَا اِبْرَاهِیْمُ ابْنُ سَعْدٍعَنْ اَبِیْهِ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ کَانَ فِیْمَا قَبْلَکُمْ مِّنَ الْاُمَمِ مُحَدِّ ثُوْنَ فَاِنْ یَکُ فِیْ اُمَّتِیْ اَحَدٌ فَاِنَّهٗ عُمَرَ۔ زَادَ زَکَرِیَّا ابْنُ اَبِیْ زَائِدَةَ عَنْ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُقَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ کَانَ فِیْمَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ مِنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ رِجَالٌ یُّکَلَّمُوْنَ مَنْ غَیْرِ اَنْ یَّکُوْنُوْا اَنْبِیَآءَ فَاِنْ یَّکُنْ مِّنْ اُمَّتِیْ مِنْهُمْ اَحَدٌ فَعُمَرَ۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِنْ نَّبِیٍّ وَّلَا مُحَدَّثٍ۔

(صحیح بخاری پارہ نمبر 14 کتاب المناقب باب مناقب مہاجرین اور ان کی فضیلت)

یحییٰ بن قزعہ نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتایا، انہوں نے اپنے باپ سے ان کے باپ نے ابو سلمہ سے،ابو سلمہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے جو اُمتیں تھیں ان میں سے محدّث (بعض کو کثرت سے الہام و کشوف ہوں) ہوا کرتے تھے اور اگر میری امت میں سے اگر کوئی ایسا ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔ زکریا بن ابی زائدہ نے سعد سے، سعد نے ابو سلمہ سے، ابو سلمہ نے ابوہریرۃؓ سے روایت کرتے ہوئے اتنا بڑھایا کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے جو بنی اسرائیل ہوئے ہیں ان میں ایسے آدمی ہو چکے ہیں جن سے اللہ کلام کیا کرتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوتے، اگر میری اُمت میں بھی ان میں سے کوئی ایسا ہے تو وہ عمرؓ ہیں، ابن عباسؓ نے سورۃ الحج کی اس آیت کو یوں پڑھا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَانَبِیٍّ وَّلَامُحَدَّثٍ۔

(ترجمہ:حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہؓ صاحب)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مقام:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی عربی تصنیف سر الخلافۃ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت ہی شان دار الفاظ میں خراج تحسین پیش فرمایا ہے اس کا ترجمہ احباب کی خدمت میں پیش ہے:

''صدیق رضی اللہ عنہ اور فاروق رضی اللہ عنہ خدا کے عالی مرتبہ امیر قافلہ ہیں، وہ بلند پہاڑ ہیں، انہوں نے شہروں اور بیابان نشینوں کو حق کی طرف بلایا یہاں تک کہ ان کی دعوت اَقصائے بلاد تک پہنچی، ان کی خلافت اثمارِ اسلام سے گرانبار اور خوشبوئے کامرانی و کامیابی سے معطر وممسوح تھی۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی عہدمیں اسلام گوناگوں مصائب و آلام میں مبتلا تھا، قریب تھا کہ غارت گر افواج اس بے سامان قافلہ پر حملہ آور ہوں اور المدد المدد کا شور بلند ہولیکن صدیق رضی اللہ عنہ کے صدق کو دیکھتے ہوئے ربّ جلیل مدد کو آیا اور اپنے متاعِ عزیز کو گہرے کنوئیں سے نکال لیا۔''

(سرّالخلافہ روحانی خزائن جلد نمبر8۔ترجمہ:از رسالہ خالد خلافت نمبر مئی1960ء۔ص23)

اشاعت اسلام:

مولانا شبلی نعمانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اشاعت اسلام کے یہ معنی ہیں کہ تمام دنیا کو اسلام کی دعوت دی جائے اور لوگوں کو اسلام کے اصول اور مسائل سمجھا کر اسلام کی طرف راغب کیا جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس ملک میں فوجیں بھیجتے تھے تاکید کرتے تھے کہ پہلے ان لوگوں کواسلام کی ترغیب دلائی جائے اور اسلام کے اصول سمجھائے جائیں۔ چنانچہ فاتح ایران سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو جو خط لکھا اس میں یہ الفاظ تھے: **وَقَدۡ کُنۡتُ اَمَرۡتُکَ اَنۡ تَدۡعُوا مَنۡ لَقِیۡتَہٗ اِلٰی الۡاِسۡلَامِ قَبۡلَ الۡقِتَالِ** قاضی ابویوسف صاحب نے لکھا ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب ان کے پاس کوئی فوج مہیا ہوتی تھی تو ان پر ایسا افسر مقرر کرتے تھے جو صاحب علم اور صاحب فقہ ہوتا تھا یہ ظاہر ہے کہ فوجی افسروں کے لیےعلم و فقہ کی ضرورت اسی تبلیغ اسلام کی ضرورت سے تھی۔ شام و عراق کی فتوحات میں تم نے پڑھا ہو گا کہ ایرانیوں اور عیسائیوں کے پاس جو اسلامی سفارتیں گئیں انہوں نے کس خوبی اور صفائی سے اسلام کے اصول و عقائد ان کے سامنے بیان کئے۔

اشاعت اسلام کی بڑی تدبیر یہ ہے کہ غیر قوموں کو اسلام کا جونمونہ دکھلایا جائے وہ ایسا ہو کہ خود بخود لوگوں کے دل اسلام کی طرف کھنچ آئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں نہایت کثرت سے اسلام پھیلا اور اس کی بڑی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے اپنی تربیت اور ارشاد سے تمام مسلمانوں کو اسلام کا اصلی نمونہ بنا دیا تھا۔ اسلامی فوجیں جس ملک میں جاتی تھیں لوگوں کو خواہ مخواہ ان کے دیکھنے کا شوق پیدا ہوتا تھا کیونکہ چند بادیہ نشینوں کا دنیا کی تسخیر کو اُٹھنا حیرت اوراستعجاب سے خالی نہ تھا اس طرح جب لوگوں کو ان کے دیکھنے اور ان سے ملنے جلنے کا اتفاق ہوتا تھا تو ایک ایک مسلمان سچائی سادگی اور پاکیزگی جوش اور اخلاص کی تصویر نظر آتا تھا۔ یہ چیزیں خود بخود لوگوں کے دل کھینچتی تھیں اور اسلام ان میں گھر کر جاتا تھا۔''

(الفاروق ۔صفحہ 353 و 354۔مصنفہ: علامہ شبلی نعمانی)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور مبارک میں ہونے والی اشاعت اسلام کے بارے میں سیر الصحابہ میں لکھا ہے کہ:

''قرآن مجید جو اساسِ اسلام ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اصرار سے کتابی صورت میں عہد صدیقی میں مرتب کیا گیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے عہد میں اس کے درس و تدریس کا رواج دیا،معلمین اور حفاظ اور مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں، حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو الدردا رضی اللہ عنہ کو جو حفاظ قرآن اور صحابہ کبار میں سے تھے، قرآن مجید کی تعلیم دینے کے لئے ملک شام میں روانہ کیا، قرآن مجید کو صحت کے ساتھ پڑھنے اور پڑھانے کے لیے تاکیدی احکام روانہ کئے۔ ابن الانباری کی روایت کے مطابق ایک حکم نامہ کے الفاظ یہ ہیں: تُعَلِمُوْا اَعْرَابَ الْقُرْآنَ كَمَا تُعَلِّمُوْنَ حِفْظَهٗ۔ غرض حضرت عمرؓ کی مساعی جمیلہ سے قرآن کی تعلیم ایسی عام ہوگئی تھی کہ ناظرہ خوانوں کا تو شمار ہی نہیں، حافظوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ایک خط کے جواب میں لکھا تھا کہ صرف میری فوج میں تین سو حافظ ہیں۔''

(سیرالصحابہ جلد 1 ۔صفحہ147)

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے۔ چنانچہ سیر الصحابہ میں لکھا ہے کہ:

''ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ نبوت میں عرض کیا کہ اپنی جان کے سوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہیں۔ ارشاد ہوا: عمر! میری محبت اپنی جان سے بھی زیادہ ہونی چاہئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اب حضور اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔

آپ (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ) جمالِ نبوت کے سچے شیدائی تھے، ان کو اس راہ میں جان و مال، اولاد اور عزیز و اقارب کی قربانی سے بھی دریغ نہ تھا۔ عاصی بن ہشام جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ماموں تھا، معرکۂ بدر میں خود ان کے ہاتھ سے مارا گیا۔''

(سیر الصحابہ جلد 1 ۔صفحہ158)

حفاظت منصب خلافت:

منصب خلافت کی حفاظت کی خاطر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نہایت درجہ حساسیت سے کام لیا۔ چنانچہ اس ضمن میں محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں:

''بہت ہی قلیل مدت کے سوچ بچار کے بعد فوراً خلافت کو چھ آدمیوں: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان، حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی مجلس مشاورت پر منحصر کر دیا۔ ان حضرات کی خلافت کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک قول ماثور ہے کہ: ''میں نے ان لوگوں سے زیادہ کسی کو خلافت کا حقدار نہیں پایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تا حینِ حیات ان سے خوش رہے۔ ان میں سے جس کسی کو بھی خلیفہ بنایا جائے وہی میرے بعد خلیفہ ہو گا۔''

اور ان چھ بزرگوں کا نام لینے کے بعد فرمایا: ''اگر خلافت سعد رضی اللہ عنہ کو ملے تو انہیں دے دی جائے کہ میں نے سعد رضی اللہ عنہ کو کسی کمزوری اور خیانت کی بنا پر معزول نہیں کیا تھا بصورت دیگر جس کو بھی اس خدمت کے لئے انتخاب کیا جائے ،مسلمانوں کو اس کی مدد کرنی چاہیے۔''
جب لوگوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کا علم ہوا تو وہ مطمئن ہو گئے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو بلایا جنہیں خلافت کی مجلس شوریٰ کا کارکن نامزد کیا تھا اور فرمایا:
''علی! میں تمھیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اگر خلافت تمہیں مل جائے تو بنوہاشم کو لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ کر دینا!''
عثمان! میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اگر تم خلیفہ ہو جاؤ تو بنو ابی معیط کو لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ کر دینا!
سعد! میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اگر خلافت کا فیصلہ تمہارے حق میں ہو تو اپنے رشتہ داروں کو لوگوں کی گردن پر سوار نہ کر دینا اسی طرح دوسرے ارکان شوریٰ کو بھی قسمیں دلائیں پھر کہا: ''جاؤ، مشورہ کر کے فیصلہ کرو، مسلمانوں کو نماز صہیب رضی اللہ عنہ پڑھائیں گے۔''
پھر ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا جو عرب کے گنے چنے بہادروں میں سے تھے اور ان سے کہا: ''جس گھر میں یہ مشورہ کریں اس کے دردوازے پر کھڑے ہو جانا اور کسی کو گھر میں نہ جانے دینا۔''
دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ابوطلحہ! اپنے قبیلے کے پچاس انصاریوں کو لے کر ارکان شوریٰ کے ساتھ رہنا، میراخیال ہے کہ یہ کسی ایک رُکن کے گھر میں جمع ہوں گے تم اپنے ساتھیوں کو لے کر اس گھر کے دروازے پر کھڑے ہو جانا اور کسی کو گھر میں نہ جانے دینا! ان لوگوں کو تین دن سے زیادہ مہلت دینے کی ضرورت نہیں۔ اس دوران میں انہیں اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کر لینا چاہیے! یا اللہ! میری طرف سے تو ان کا نگران ہے۔''

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔صفحہ 744 تا745۔مصنفہ:محمد حسین ہیکل)

کارنامے:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کارناموں کے بارے سیرالصحابہ میں لکھا ہے کہ:
''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تقریباً 15ہجری میں ایک مستقل خزانہ کی ضرورت محسوس کی اور مجلس شوریٰ کی منظوری کے بعد مدینہ منورہ میں بہت بڑا خزانہ قائم کیا۔ دارالخلافہ کے علاوہ تمام اضلاع اور صوبہ جات میں بھی اس کی شاخیں قائم کی گئیں اور ہر جگہ اس محکمہ کے جدا گانہ افسر مقرر ہوئے۔ مثلاً اصفہان میں خالد بن رضی اللہ عنہ حارث اور کوفہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خزانہ کے افسر تھے۔ صوبہ جات اور اضلاع کے بیت المال میں مختلف آمدنیوں کی جو رقم آتی تھی وہ وہاں کے سالانہ مصارف کے بعد اختتام سال پرصدر خزانہ یعنی مدینہ منورہ کے بیت المال میں منتقل کر دی جاتی تھی۔ صدر بیت المال کی وسعت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ دارالخلافہ کے باشندوں کی جو تنخواہیں اور وظائف مقرر تھے، صرف اس کی تعداد تین کروڑ درہم تھی۔ بیت المال کے حساب کتاب کے لیے مختلف رجسٹر بنوائے، اس وقت تک کسی مستقل سن کا عرب میں رواج نہ تھا حضرت عمرؓ نے 12ہجری میں سن ہجری ایجاد کر کے یہ کمی بھی پوری کردی۔''

(سیر الصحابہ جلد 1 ۔صفحہ140)

ہمدردیٔ خلق:

طبقات ابن سعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (گشت کے دوران) بچے کے رونے کی آواز سنی تو اس طرف روانہ ہوئے اس کی ماں کہا کہ اللہ سے ڈرو اور بچے کے ساتھ بھلائی کرو یہ کہہ کر اپنے مقام پر لوٹ آئے دوبارہ اس کے رونے کی آواز سنی تو اس کی ماں کے پاس گئے اور اسی طرح کہا اور اپنے مقام پر آ گئے جب آخر شب ہوئی تو پھر اس کے رونے کی آواز سنی اس کی ماں کے پاس آئے اور کہا تیرا بھلا ہو میں تجھے بہت بری ماں سمجھتا ہوں کیا با ت ہے کہ میں تیرے لڑکے کو دیکھتاہوں کہ اسے قرار نہیں۔ اس نے کہ اے بندۂ خدا! (وہ عورت آپ کو پہچانتی نہ تھی) تم مجھے رات سے پریشان کر رہے ہو، میں اس کا دودھ چھڑوانا چاہتی ہوں تو یہ انکار کرتا ہے۔ فرمایا: کیوں دودھ چھڑوانا چاہتی ہو اس نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ صرف دودھ چھوڑنے والے کا بچوں کا حصہ مقرر کرتے ہیں۔ پوچھا اس کی عمرؓ کیا ہے؟ اس نے کہا: اتنے مہینے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا تیرا بھلا کرے اس کے ساتھ جلدی نہ کر! پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز اس حالت میں پڑھی کہ شدتِ گریہ سے لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی قرأت کو نہ سمجھ سکتے تھے۔ جب سلام پھیرا تو کہا کہ: عمر کی خرابی ہو اس نے مسلمانوں کے کتنے بچے قتل کر دیئے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے منادی کو حکم دیا، اس نے ندا دی کہ دیکھو خبردار! اپنے بچوں کے ساتھ دودھ چھڑوانے میں جلدی نہ کرو ہم اسلام میں پیدا ہونے والے ہر بچے کی عطا مقرر کرتے ہیں۔''

(طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 104 و 105)

عدل و انصاف:

سیر الصحابہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عدل و انصاف کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''عیاض بن غنم عامل مصر کی نسبت شکایت پہنچی کہ وہ باریک کپڑے پہنتے ہیں اور ان کے دروازہ پر دربان مقرر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو تحقیقات پر مامور کیا، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے مصر پہنچ کر دیکھا تو واقعی دروازہ پر دربان تھا اور عیاض باریک کپڑے پہنے ہوئے کھڑے تھے۔ اسی ہیئت اور لباس کے ساتھ لے کر مدینہ آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا باریک کپڑا اُتروا دیا اور بالوں کا کرتہ پہنا کر جنگل میں بکریاں چرانے کا حکم دیا۔ عیاض کو انکار کی مجال نہ تھی مگر بار بار کہتے تھے: اس سے مر جانا بہتر ہے! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ یہ تو تمہارا آبائی پیشہ ہے اس میں عار کیوں ہے؟ عیاض نے دل سے توبہ کی اور جب تک زندہ رہے اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔''

(سیر الصحابہ جلد 1۔صفحہ 136)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت عمرو بن میمون روایت کرتے ہیں:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابھی اللہ اکبر کہا ہی تھا کہ میں نے ان کو کہتے سنا۔ کتے نے مجھے مار ڈالا ہے یا

کہا کاٹ کھایا ہے۔ جب اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا تووہ پارسی دو دھاری چھری لئے ہوئے تھا جس کسی کے پاس دائیں بائیں گزرتا تو اس کو زخمی کرتا یہاں تک کہ اس نے تیرہ (13) آدمیوں کو زخمی کیا، ان میں سے سات مر گئے تو جب مسلمانوں میں سے ایک شخص نے جب یہ دیکھا تو اس نے بارانی کوٹ اس پر پھینکا جب اس پارسی نے سمجھ لیا کہ وہ پکڑا گیا ہے تو اُس نے اپنا گلا کاٹ لیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر ان کو آگے کیا اور جو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قریب تھے انہوں نے وہ ماجرا دیکھا جو میں نے دیکھا اور مسجد کے اطراف میں جو تھے تو وہ نہیں جانتے تھے سوا اس کے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی اور وہ سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے لگے تو عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ (بن عوف) نے ان کو ہلکی سی نماز پڑھائی جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے کہا: ابن عباس رضی اللہ عنہ دیکھو! مجھ کو کس نے مارا؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ کچھ دیر تک ادھر گھومتے رہے، پھر آئے اور انہوں نے بتایا کہ مغیرہ کے غلام نے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: وہی جو کاری گر ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ اسے ہلاک کرے میں نے اس کے متعلق نیک سلوک کرنے کا حکم دیا تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اللہ نے میری موت ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں کی جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہو! اور ایک نوجوان شخص آیا اس نے کہا: امیر المؤمنین! آپ کو اللہ کی بشارت ہو، آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی اور اسلام میں وہ اعلیٰ درجہ ملا ہے جو آپ خوب جانتے ہیں۔ پھر آپ جانشین ہوئے اور آپ نے انصاف کیا، پھر یہ شہادت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میری تو یہ آرزو ہے کہ یہ باتیں برابر ہی برابر رہیں! نہ مجھے مواخذہ ہو اور نہ ثواب ملے جب وہ پیٹھ موڑ کر جانے لگا، دیکھا کہ اس کا تہ بند زمین سے لگ رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس لڑکے کو میرے پاس واپس بھیج دو۔ وہ آیا تو فرمانے لگے: میرے بھائی کے بیٹے! اپنا کپڑا تو اُٹھاؤ کیونکہ یہ تمہارے کپڑے کو بچائے رکھے گا اور تمہارے ربّ کے نزدیک تقویٰ کے زیادہ قریب ہے ۔ پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (اپنے صاحبزادے کو) کہنے لگے۔ دیکھو مجھ پر کتنا قرض ہے؟ انہوں نے حساب کیا تو اس کو چھیاسی ہزار درہم یا کچھ اتنا ہی پایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان کی جائیداد اس کو پورا کر دے تو پھر ان کی جائیداد سے اس کو ادا کردو ورنہ بنی عدی بن کعب سے مانگنا اگرا ن کی جائیدادیں بھی پورا نہ کریں تو قریش سے مانگنا اور ان کے سوا کسی کے پاس نہ جانا۔ یہ قرض میری طرف سے ادا کر دینا۔ عائشہ اُمّ المؤمنین کے پاس جاؤ اور کہو: عمر رضی اللہ عنہ آپ کو سلام کہتے ہیں اور امیرالمؤمنین نہ کہنا کیونکہ آج میں مومنوں کا امیر نہیں ہوں اور کہو: عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب اس بات کی اجازت مانگتاہے کہ اسے اس کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن کیا جائے۔ چنانچہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سلام کہااور اندر آنے کی اجازت مانگی اور ان کے پاس اندر گئے تو انہیں دیکھا کہ وہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہیں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب آپ کو سلام کہتے ہیں اور اجازت مانگتے ہیں کہ ان کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ ان کو دفن کیا جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: میں اس جگہ کو اپنے لیے چاہتی ہوں اور آج میں اپنی ذات پر ان کو مقدم کروں گی۔ جب عبداللہ رضی اللہ عنہ لوٹ کرآئے تو ان (عمر رضی اللہ عنہ) سے کہا گیا کہ یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آگئے ہیں۔ انہوں نے کہا: مجھے اُٹھاؤ! تو ایک شخص نے آپ رضی اللہ عنہ کو سہارا دے کر اٹھایا۔ انہوں نے پوچھا: تمہارے پاس کیا خبر ہے؟ (عبداللہ رضی اللہ عنہ نے) کہا: امیرالمؤمنین! وہی جو آپ پسند کرتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہانے اجازت دے دی ہے۔ کہنے لگے: الحمدللہ اس سے بڑھ کر مجھے اورکسی چیز کا فکر نہیں تھا۔ جب میں مر

جاؤں تو مجھے اٹھا کر لے جانا، پھر سلام کہنا اور یہ کہنا کہ عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب اجازت مانگتا ہے! اگر انہوں نے میرے لیے اجازت دی تو مجھے وہاں حجرے میں دفنا دینا اور اگر انہوں نے میری بات نہ مانی تو پھر مجھے مسلمانوں کے مقبرے میں واپس لے جانا۔''

(صحیح بخاری پارہ نمبر14صفحہ 198 تا204 کتاب المناقب باب مناقب مہاجرین اور ان کی فضیلت۔ترجمہ:حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

تاریخ الخلفا میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب نامہ یوں درج ہے:

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ درج ذیل ہے عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن اُمیہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن لوی بن غالب قرشی اموی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو عمر تھی۔''

(تاریخ الخلفا صفحہ 175)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں عبد مناف پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نانی بیضا اُمّ الحکیم، حضرت عبد اللہ بن عبدالمطلب کی سگی بہن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ کی پھوپھی تھیں۔''

(سیر الصحابہ صفحہ جلد اوّل 175)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام الفیل کے چھٹے برس مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے۔ اسلامی تبلیغ کے آغاز میں ہی دولت ایمان سے مالا مال ہوئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو مرتبہ ہجرت کی: پہلی ہجرت حبشہ کی جانب اور پھر مدینہ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی منجھلی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے آپ رضی اللہ عنہ کا نکاح کیا۔ یہ واقعہ نبوت سے پہلے کا ہے۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ نے بزمانہ جنگ بدر انتقال فرمایا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمار داری کے باعث حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ بدرمیں شریک نہ ہو سکے۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد نے ان کی دوسری بہن حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دی جن کا انتقال مدینہ میں 9 ہجری کو ہوا چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیوں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شادی ہوئی اسی لئے آپ رضی اللہ عنہ کو ''ذوالنورین'' بھی کہتے ہیں۔''

(تاریخ الخلفاء ۔صفحہ175 تا179)

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے تھے جو اسلام سے پہلے نوشت و خواند (لکھنا پڑھنا۔ناقل) جانتے تھے۔ اسلام کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تحریر و کتابت کی مہارت کی بنا پر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو کتابت وحی پر مامور کیا تھا۔''

(سیر الصحابہ جلد 1 صفحہ233)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مقام:

تاریخ الخلفا میں لکھا ہے کہ:

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب بیعت رضوان ہوئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے مکہ معظّمہ میں ایلچی بن کر گئے۔ یہاں لوگوں نے رسول اللہ سے بیعت رضوان کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چونکہ عثمان (رضی اللہ عنہ) اللہ اور اس کے رسول کے کام کے لیے گئے ہوئے ہیں۔ لہٰذا میں خود ان کی طرف سے بیعت کرتا ہوں۔ یہ ارشاد فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دست مبارک تمام لوگوں کے ہاتھوں اور جانوں سے کس قدر افضل و برتر ہے۔''

(تاریخ الخلفاء۔صفحہ 339۔ترجمہ علامہ شمس بریلوی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مقام:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف لطیف سرالخلافہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان فرمائے ان کا ترجمہ پیش خدمت ہے:

''میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے شیخین (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ۔ ناقل) اور ذوالنورین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اسلام کے دروازے بنایاہے، وہ لشکرِ خیر الانام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہراول دستے ہیں جو ان کی شان کا انکار کرتا اوران کے واضح نشانات کی تحقیر کرتا ہے اور ادب سے پیش آنے کی بجائے ان کی اہانت کے درپے ہوتاہے اور زبان طعن دراز کرتے ہوئے سب وشتم سے پیش آتا ہے، میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اس کا انجام برا نہ ہو اورایسے شخص کا ایمان سلب نہ ہو جائے۔''

(سرّ الخلافہ۔ روحانی خزائن جلد نمبر8 صفحہ 327۔ترجمہ از رسالہ خالد خلافت نمبر مئی1960۔صفحہ 6)

اشاعت اسلام:

اشاعت اسلام کے حوالے سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کوششوں کے بارے میں سیرالصحابہ میں لکھا ہے کہ:

''مذہبی خدمات کے سلسلہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سب سے زیادہ روشن کارنامہ قرآن مجید کو اختلاف و تحریف سے محفوظ کرنا اور اس کی عام اشاعت ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ آرمینیہ اور آذر بائیجان کی مہم میں شام، مصر، عراق وغیرہ مختلف ملکوں کی فوجیں مجتمع تھیں جن میں زیادہ تر نومسلم اور عجمی النسل تھے جن کی مادری زبان عربی نہ تھی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بن یمان بھی شریکِ جہاد تھے انہوں نے دیکھا کہ اختلافِ قرأت کا یہ حال ہے کہ اہل شام کی قرأت، اہل عراق سے بالکل جداگانہ ہے اسی طرح اہل بصرہ کی قرأت اہل کوفہ سے مختلف ہے اور ہر ایک اپنے ملک کی قرأت صحیح اور دوسرے کی غلط سمجھتاہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اس اختلاف سے اس قدر خلجان ہوا کہ جہاد سے واپس ہوئے تو سیدھے بارگاہِ خلافت میں حاضر ہوئے اور مفصل واقعات عرض کر کے کہا: ''امیر المومنین! اگر جلد اس کی اصلاح کی فکر نہ ہوئی تو مسلمان عیسائیوں اور رُومیوں کی طرح خدا کی کتاب میں شدید اختلاف پیدا کر لیں گے۔'' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے توجہ دلانے پرحضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی خیال ہوا اور انہوں نے اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے عہد صدیقی کا مرتب و مدون کیا ہوا نسخہ لے کر حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

اور سعید رضی اللہ عنہ بن العاص سے اس کی نقلیں کرا کے تمام ملک میں اس کی اشاعت کی اور ان تمام مختلف مصاحف کو جنہیں لوگوں نے بطورِ خود مختلف املاؤں سے لکھا تھا، صفحۂ ہستی سے معدوم کر دیا۔‘‘

(سیر الصحابہ جلد 1 ۔صفحہ 231 تا 232)

محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

سیر الصحابہ میں لکھا ہے:

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک کے ساتھ اتنی محبت و شیفتگی تھی کہ اپنے محبوب آقا کی فقیرانہ اور زاہدانہ زندگی دیکھ کر بے قرار رہتے تھے اور جب موقع ملا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحائف پیش کرتے۔ ایک دفعہ چار دن تک آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فقرو فاقہ سے بسر کیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور اسی وقت بہت سا سامانِ خورد و نوش اور تین سو درہم لا کر بطور نذرانہ پیش کئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام اس قدر ملحوظ تھا کہ جس ہاتھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تھی، پھر اس کو نجاست یا محل نجاست سے مس نہ ہونے دیا۔ اہل بیعت نبویؐ اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا خاص طور سے پاس و خیال تھا۔ چنانچہ اپنے عہدِ خلافت میں جب اصحابِ وظائف کے رمضان کے روزینے مقرر کئے تو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا روزینہ سب سے دونا مقرر کیا۔‘‘

(سیر الصحابہ جلد 1 ۔صفحہ 239 تا 240)

محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’فتنہ کے دوران میں ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حج کر نے آئے۔ جب وہ شام کو واپس جانے لگے تو مدینہ میں وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملے اور عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ شام میں چلیں۔ وہاں آپ (رضی اللہ عنہ) تمام فتنوں سے محفوظ رہیں گے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: معاویہ! میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دے سکتا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد نمبر6۔صفحہ 379)

حفاظت منصب خلافت:

تاریخ الخلفا میں لکھا ہے کہ:

’’حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے عثمان (رضی اللہ عنہ)! خداوند تعالیٰ تمہیں ایک قمیص (خلافت) عنایت فرمائے گا جب منافق اس کو اُتارنے کی کوشش کریں تو تم اس کو مت اُتارنا یہاں تک کہ تم مجھ سے آملو! اسی بنا پر آپ رضی اللہ عنہ نے، جس روز آپ رضی اللہ عنہ محصور ہوئے تھے یہ فرمایا تھا کہ اس کے بارے میں مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لیا تھا چنانچہ اس پر میں قائم ہوں اور صبر کر رہا ہوں۔‘‘

(تاریخ الخلفاء۔صفحہ 339۔ترجمہ:۔علامہ شمس بریلوی)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جب فسادیوں نے مدینہ پر قبضہ کی لیا۔ چنانچہ یہ لوگ مسلسل بیس دن تک صرف زبانی طور پر کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلافت سے دست بردار ہو جائیں مگرحضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس امر سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ جو قمیص مجھے اللہ تعالیٰ نے پہنائی ہے میں اسے اتار نہیں سکتا اور نہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بے پناہ چھوڑ سکتا ہوں کہ جس کا جی چاہے دوسرے پر ظلم کرے۔ (طبری جلد 8 صفحہ 2990 مطبوعہ بیروت) اور ان لوگوں کو بھی سمجھاتے رہے کہ اس فساد سے باز آجاویں اور فرماتے رہے کہ آج یہ لوگ فساد کرتے ہیں اور میری زندگی سے بیزار ہیں مگر جب میں نہ رہوں گا تو خواہش کریں گے کہ کاش! عثمان رضی اللہ عنہ کی عمر کا ایک ایک دن سے بدل جاتا اور وہ ہم سے جلدی رخصت نہ ہوتا کیونکہ میرے بعد سخت خون ریزی ہوگی اورحقوق کا اتلاف ہو گا اور انتظام کچھ کا کچھ بدل جائے گا۔''

(انوار العلوم جلد نمبر4 ۔صفحہ 253)

کارنامے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کارناموں میں مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع ہمدردیٔ خلق، عدل و انصاف نمایاں ہیں۔

1) مسجد نبویؐ کی تعمیر و توسیع:

سیر الصحابہ میں لکھا ہے:

''مسجد نبویؐ کی تعمیر و توسیع میں حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا ہاتھ سب سے زیادہ نمایا ں ہے۔ عہد نبوی میں جب مسلمانوں کی کثرت کے باعث مسجد کی وسعت ناکافی ثابت ہوئی تھی تو اس کی توسیع کے لئے حضرت عثمانؓ نے قریب کا قطعۂ زمین خرید کر بار گاہِ نبوت میں پیش کیا تھا، پھر اپنے عہد میں بڑے اہتمام سے اس کی توسیع اور شاندار عمارت تعمیر کروائی۔ سب سے اول 24ھ میں اس کا ارادہ کیا لیکن مسجد کے گرد و پیش جن لوگوں کے مکانات تھے وہ کافی معاوضہ دینے پر بھی مسجد نبویؐ کی قربت کے شرف سے دست کش ہونے کے لیے راضی نہ ہوتے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو راضی کرنے کے لئے مختلف تدبیریں کیں لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے یہاں تک کہ پانچ سال اس میں گزر گئے۔ بالآخر 29ھ میں حضرت صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کرنے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے روز ایک نہایت ہی مؤثر تقریر کی اور نمازیوں کی کثرت اور مسجد کی تنگی کی طرف توجہ دلائی۔ اس تقریر کا اثر یہ ہوا کہ لوگوں نے خوشی سے اپنے مکانات دے دیئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے نہایت اہتمام کے ساتھ تعمیر کا کام شروع کیا۔ نگرانی کے لیے تمام عُمّال طلب کئے اور خود شب و روز مصروف کار رہتے تھے۔ غرض دس مہینوں کی مسلسل جدوجہد کے بعد اینٹ، چونے اور پتھر کی ایک نہایت خوش نما اور مستحکم عمارت تیار ہوگئی، وسعت میں بھی کافی اضافہ ہوگیا یعنی طول میں پچاس گز کا اضافہ ہوا، البتہ عرض میں کوئی تغیر نہیں کیا گیا۔''

(سیر صحابہؓ جلد 1 ۔صفحہ 228تا229)

2) ہمدردیٔ خلق:

ترمذی کتاب المناقب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مناقب کی ذیل میں لکھا ہے کہ:

عُثْمَانُ فَقَالَ اَنْشُدُ کُمْ بِاللّٰہِ وَالْاِسْلَامِ ھَلْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ وَلَیْسَ بِھَامَآءٌ یُسْتَعْذَبُ غَیْرَ بِئْرِ رُوْمَۃَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّشْتَرِیْ بِئْرَرُوْمَۃَ فَیَجْعَلُ دَلْوَہٗ مَعَ دِلَآءِ الْمُسْلِمِیْنَ بِغَیْرٍ لَّہٗ مِنْھَا فِی الْجَنَّۃِ فَشَرَیْتُھَا مِنْ صُلْبِ مَالِیْ۔

سو متوجہ ہوئے ان کی طرف حضرت عثمانؓ اور فرمایا آپؓ نے: میں تم کو واسطہ دیتا ہوں اللہ کا اور اسلام کا تم جانتے ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو یہاں میٹھا پانی پینے کو نہیں تھا سوا بِئرِ رومہ کے اور فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے: جو اِس بِئرِ رومہ کو خریدے اور سب مسلمانوں کے برابر اپنا بھی ڈول سمجھے یعنی کچھ زیادہ تصرف اپنا نہ چاہے، چن لیا جائے گا بدلہ اس کا جنت سے۔ سو خریدا میں نے اس کو اپنے اصل مال سے۔''

(ترمذی ابواب المناقب ۔باب مناقب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ)

3) عدل و انصاف:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عدل و انصاف کے بارے میں بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''چنانچہ طبری جلد 5صفحہ 44میں قماذبان ابن ہرمزان اپنے والد کے قتل کا واقعہ بیان کرتا ہے۔ ہرمزان ایک ایرانی رئیس اور مجوسی المذہب تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی کے قتل کی سازش میں شریک ہونے کا شبہ اس پر کیا گیا تھا، اس پر بلا تحقیق جوش میں آ کر عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا وہ کہتا ہے:

کَانَتِ الْعَجَمُ بِالْمَدِیْنَۃِ یَسْتَرُوْحُ بَعْضُھَا اِلٰی بَعْضٍ فَمَرَّ فِیْرُوْزُ بِاَبِیْ وَمَعَہٗ خَنْجَرٌلَّہٗ رَأْسَانِ فَتَنَاوَلَہٗ مِنْہُ۔ وَ قَالَ مَا تَصْنَعُ بِھٰذَافِیْ ھٰذِہِ الْبِلَادِ؟ فَقَالَ اَبُسُّ بِہٖ فَرَاٰہُ رَجُلٌ فَلَمَّا اُصِیْبَ عُمَرُ قَالَ رَأَیْتُ ھٰذَا مَعَ الْھُرْمُزَانِ دَفَعَہٗ اِلٰی فِیْرُوْزَ فَاَقْبَلَ عُبَیْدُ اللّٰہِ فَقَتَلَہٗ فَلَمَّا وُلِّیَ عُثْمَانُ دَعَانِیْ فَاَ مْکَنَنِیْ مِنْہُ ثُمَّ قَالَ یَآ بُنَیَّ ھٰذَا قَاتِلُ اَبِیْکَ وَاَنْتَ اَوْلٰی بِہٖ مِنَّا فَاذْھَبْ فَاقْتُلْہُ فَخَرَجْتُ بِہٖ وَمَا فِی الْاَرْضِ اَحَدٌ اِلَّا مَعِیْ اِلَّا اَنَّھُمْ یَطْلُبُوْنَ اِلَیَّ فِیْہِ فَقُلْتُ لَھُمْ اَلِیْ قَتْلُہٗ قَالُوا نَعَمْ وَسَبُّوْا عُبَیْدَاللّٰہِ فَقُلْتُ اَفَلَکُمْ اَنْ تَمْنَعُوْاہُ قَالُوْا لَاوَ سَبُّوْہُ فَتَرَکْتُہٗ لِلّٰہِ وَلَھُمْ۔ فَلْتَمَلُوْنِیْ فَوَاللّٰہِ مَابَلَغْتُ الْمَنْزِلَ اِلَّا عَلٰی رُءُ وْسِ الرِّجَالِ وَاَکُفِّھِمْ۔

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ایرانی لوگ مدینہ میں ایک دوسرے کے ساتھ ملے جلے رہتے تھے (جیسا کہ قاعدہ ہے کہ دوسرے ملک میں جا کر وطنیت نمایاں ہو جاتی ہے) ایک دن فیروز (قاتل عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی) میرے باپ سے ملا اور اس کے پاس ایک خنجر تھا جو دونوں طرف سے تیز کیا ہو اتھا۔ میرے باپ نے اس خنجر کو پکڑ لیا اور اس سے دریافت کیا کہ اس ملک میں تو اس خنجر سے کیا کام لیتا ہے (یعنی یہ ملک تو امن کا ملک ہے اس میں ایسے ہتھیاروں کی کیا ضرورت ہے) اُس نے کہا کہ: میں اس سے اُونٹ ہنکانے کا کام لیتا ہوں۔ جب وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے اس وقت ان کو کسی نے دیکھ لیا اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مارے گئے تو اس نے بیان کیا کہ میں نے خود ہرمزان کو یہ خنجر فیروز کو پکڑاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس پر

عبیداللہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بیٹے) نے جا کر میرے باپ کو قتل کر دیا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مجھے بلایا اور عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر میرے حوالے کر دیا اور کہا کہ: اے میرے بیٹے! یہ تیرے باپ کا قاتل ہے اور تو ہماری نسبت زیادہ حق رکھتا ہے۔ پس جا اور اس کو قتل کر دے۔ میں نے اس کو پکڑ لیا اور شہر سے باہر نکلا۔ راستہ میں جو شخص مجھے ملتا میرے ساتھ ہو جاتا لیکن کوئی شخص مقابلہ نہ کرتا۔ وہ مجھ سے صرف اتنی درخواست کرتے تھے کہ میں اسے چھوڑ دوں۔ پس میں نے سب مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کیا میرا حق ہے کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ سب نے کہا کہ ہاں تمہارا حق ہے کہ اسے قتل کر دو اور عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے لگے کہ اس نے ایسا برا کام کیا ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ کیا تم لوگوں کو حق ہے کہ اسے مجھ سے چھڑا لو؟ انہوں نے کہا کہ: ہرگز نہیں اور پھر عبیداللہ کو برا بھلا کہا کہ اس نے بلا ثبوت اس کے باپ کو قتل کر دیا۔ اس پر میں نے خدا اور ان لوگوں کی خاطر اس کو چھوڑ دیا اور مسلمانوں نے فرطِ مسرت سے مجھے اپنے کندھوں پر اُٹھا لیا اور خدا تعالیٰ کی قسم میں اپنے گھر تک لوگوں کے سروں اور کندھوں پر پہنچا اور انہوں نے مجھے زمین پر قدم تک نہیں رکھنے دیا۔''

(تفسیر کبیر جلد نمبر 2۔صفحہ 359تا360)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب یہ لوگ اندر پہنچے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم پڑھتے پایا ان حملہ آوروں میں محمد بن ابی بکر بھی تھے اور بوجہ اپنے اقتدار کے جو ان لوگوں پر ان کو حاصل تھا اپنا فرض سمجھتے تھے کہ ہر ایک کام میں آگے ہوں۔ چنانچہ انہوں نے بڑھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑ لی اور زور سے جھٹکا دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے اس فعل پر صرف اس قدر فرمایا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے! اگر تیرا باپ (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ) اس وقت ہوتا تو کبھی ایسا نہ کرتا۔ تجھے کیا ہوا تو خدا کے لیے مجھ پر ناراض ہے؟ کیا اس کے سوا تجھے مجھ پر کوئی غصہ ہے کہ تجھ سے میں نے خدا کے حقوق ادا کروائے ہیں؟ اس پر محمد بن ابی بکر شرمندہ ہو کر واپس لوٹ گئے لیکن دوسرے شخص وہیں رہے اور کیونکہ اس رات بصرہ کے لشکر کی مدینہ میں داخل ہو جانے کی یقینی خبر آ چکی تھی اور یہ موقع ان لوگوں کے لیے آخری موقع تھا ان لوگوں نے فیصلہ کر لیا کہ بغیر اپنا کام کئے واپس نہ لوٹیں گے اور ان میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور ایک لوہے کی سیخ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سر پر ماری اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے جو قرآن دھرا ہوا تھا اس کو لات مار کر پھینک دیا۔ قرآن کریم لڑھک کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے سر پر سے خون کے قطرات گر کر اس پر آ پڑے قرآن کریم کی بے ادبی تو کسی نے کیا کرنی ہے مگر ان لوگوں کے تقویٰ اور دیانت کا پردہ اس واقعہ سے اچھی طرح فاش ہو گیا ہے۔

جس آیت پر آپ کا خون گرا وہ ایک زبردست پیشگوئی تھی جو اپنے وقت پر جا کر اس شان سے پوری ہوئی کہ سخت دل سے سخت دل آدمی نے اس کے خونی حروف کی جھلک کو دیکھ کر خوف سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ وہ آیت یہ تھی: **فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ**(البقرۃ:138)اللہ تعالیٰ ضرور ان سے تیرا بدلہ لے گا اور بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اس کے بعد ایک اور شخص سودان نامی آگے بڑھا اور اس نے تلوار سے آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنا چاہا ۔ پہلا وار کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے اس کو روکا اور آپ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کٹ گیا اِس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: خدا تعالیٰ کی قسم! یہ وہ ہاتھ ہے جس نے سب سے پہلے قرآن کریم لکھا تھا۔ اس کے بعد اس نے دوسرا وار کر کے آپ کو قتل کرنا چاہا تو آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی نائلہ وہاں آ گئیں اور اپنے آپ کو بیچ میں کھڑا کر دیا لیکن اس شقی نے ایک عورت پر وار کرنے سے بھی دریغ نہ کیا اور وار کر دیا جس سے آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی کی اُنگلیاں کٹ گئیں اور وہ علیحدہ ہو گئیں۔ پھر اس نے ایک وار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کو سخت زخمی کر دیا اس کے بعد اس شقی نے یہ خیا ل کر کے کہ ابھی جان نہیں نکلی شاید بچ جاویں اسی وقت جب کہ زخموں کے صدموں سے آپ رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو چکے تھے اور شدت درد سے تڑپ رہے تھے آپ رضی اللہ عنہ کا گلا پکڑ کر گھونٹنا شروع کیا اور اس وقت تک آپ رضی اللہ عنہ کا گلا نہیں چھوڑا جب تک آپ کی روح جسم خاکی سے پرواز کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو لبیک کہتی ہوئی عالم بالا کو پرواز نہیں کر گئی:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِ نَّآاِلَیْہِ راجِعُوْنَ۔

(اسلام میں اختلاف کا آغاز۔انوار العلوم جلد نمبر4 صفحہ 267 و 268)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

سلسلۂ نسب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

''آپ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب اس طرح سے ہے: علی ابن ابی طالب جن کا نام عبد مناف تھا جن کا نام مغیرہ تھا بن قصی جن کا نام زید تھا بن کلاب بن مرہ بن لوی غالب بن فہر بن مالک بنضر بن کنانہ۔
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالحسن اور ابو تراب مقرر فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے یہ وہ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جن کے بطن سے ایک عظیم الشان ہاشمی رونق افروز ہوا ۔ یہ سب سے پہلے اسلام لائیں اور ہجرت کی۔
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ ہجرت کرتے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ہمارے جانے کے بعد تم مکہ میں تھوڑا عرصہ قیام کر کے لوگوں کی امانتیں اور وصایا وغیرہ جو ہمارے پاس محفوظ ہیں وہ ان پہنچا دینا اس کے بعد ہمارے پاس چلے آنا۔ چنانچہ احکام رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ رضی اللہ عنہ نے حرف بہ حرف تعمیل کی۔''

(تاریخ الخلفا صفحہ 195 و 196)

سیر الصحابہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ:
''حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ابو طالب مکہ کے ذی اثر بزرگ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی کی آغوشِ شفقت میں پرورش پائی تھی۔
مشرکین قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پناہی اور حمایت کے باعث ابو طالب اور ان کے خاندان کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔ ایک گھاٹی میں اُن کو محصور کر دیا، کاروبار اور لین دین بند کر دیا،

شادی بیاہ کے تعلقات منقطع کر لئے، کھانا پینا تک بند کر دیا۔ غرض ہر طرح پریشان کیا لیکن اس نیک طینت بزرگ نے آخری لمحۂ حیات تک اپنے عزیز بھتیجے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے سر سے دست شفقت نہ اٹھایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے دس برس قبل پیدا ہوئے۔ ابو طالب کثیرالعیال اور معاش کی تنگی سے نہایت پریشان تھے اس لئے رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے محبوب چچا کی عسرت سے متاثر ہو کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: ہم کو اس مصیبت و پریشان حالی میں چچا کا ہاتھ بٹانا چاہئے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے حسب ارشاد جعفر رضی اللہ عنہ کی کفالت اپنے ذمہ لی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ انتخاب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پسند کیا۔''

(سیر الصحابہ جلد1 صفحہ 248 تا 250)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر میدان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تربیت فرمائی۔ چنانچہ اس بارے میں بخاری اور مسلم مین لکھا ہے کہ:

''حضرت سعد ابن وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں جب آپ (علی رضی اللہ عنہ) کو مدینہ منورہ میں رہنے کا حکم دیا (اور دیگر مجاہدین کے ساتھ نہیں لیا) تو آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے یہاں بچوں اور عورتوں پر اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑے جاتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میں تمہیں اس طرح چھوڑے جاتا ہوں جس طرح موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے تھے؟ بس فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد آپ کی حیثیت نبی کی نہیں ہو گی۔''

(تاریخ الخلفا صفحہ 364۔ترجمہ:علامہ شمس بریلوی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی عربی تصنیف سرالخلافہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو فرمایا اس کا اردو ترجمہ پیش ہے:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نہایت متقی تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جو خدائے رحمان کے نزدیک زیادہ محبوب ہوتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ برگزیدہ انسان، زمانہ کے سردار اور سخی اور پاک دل تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نہایت غریبانہ زندگی گزاری اور نوع انسان کے زہد میں کمال کو پہنچ گئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اموال کے عطا کرنے، غموں کو دور کرنے اور یتامیٰ اور مساکین اور پڑوسیوں کو تلاش کر کے ان کی مدد کرنے میں سب پر سبقت لے جانے والے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ تلوار زنی اور تیر اندازی کے زبردست ماہر تھے اس کے ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ عنہ بہت فصیح اور شیریں بیان تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بات دل کے اندر تک اثر کرتی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہ بے بس و بے کس انسان کی ہمدردی کی تحریک کرتے اور عاجزی سے سوال کرنے والے اور نہ کرنے والے محتاجوں کو کھلانے کا حکم فرماتے۔ آپ رضی اللہ عنہ، اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں سے تھے۔''

(سر الخلافہ روحانی خزائن جلد نمبر 8 صفحہ 358)

اشاعت اسلام:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بہت سی خدمات انجام دیں۔ چنانچہ سیر الصحابہ میں لکھا ہے کہ:

مذہبی خدمات:

''امام وقت کا سب سے اہم فرض مذہب کی اشاعت، تبلیغ اور خود مسلمانوں کو مذہبی تعلیم وتلقین ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ عہد نبوت ہی سے ان خدمات میں ممتاز تھے۔ چنانچہ یمن میں اسلام کی روشنی ان ہی کی کوشش سے پھیلی تھی۔ سورۂ براَۃ (التوبۃ) نازل ہوئی تو اس کی تبلیغ و اشاعت کی خدمت بھی ان کے سپرد ہوئی۔

مسندِ خلافت پر قدم رکھنے کے بعد سے آخر وقت تک گو خانہ جنگیوں نے فرصت نہ دی تا ہم اس فرض سے بالکل غافل نہ تھے۔ ایران اور آرمینیہ میں بعض مسلم عیسائی مرتد ہو گئے تھے حضرت علیؓ نے ان کی سرکوبی کی اور ان میں سے اکثر تائب ہو کر پھر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

حضرت علیؓ نے مسلمانوں کی اخلاقی نگرانی کا بھی خیال رکھا۔ مجرموں کو عبرت انگیز سزائیں دیں۔''

(سیرالصحابہ ۔ جلد 1 صفحہ 306 تا 307)

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں:

''مکہ کے لوگ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادہ سے ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کے اردگرد اکٹھے ہو گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہجرت کے ارادہ سے گھر سے نکل پڑے تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لٹا دیا اور اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہنے اس امر کا ثبوت دے دیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ خود صلیب پر لٹکنے کو تیار رہتے تھے۔ تو عشق ذاتی میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم دوسرے نبیوں کی قوموں سے بڑھ گئی اور عشقِ قومی میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم دوسرے نبیوں کی قوموں سے بڑھ گئی۔''

(حوالہ:تفسیر کبیر جلد نمبر 8۔صفحہ 7)

حفاظت منصب خلافت:

منصب خلافت کی حفاظت کیلئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمات نہایت اعلیٰ اور شاندار ہیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب خلیفہ الرسولؐ منتخب ہوئے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا جس پر حضرت علی رضی

اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا فرمایا:۔

’’ مجھ سے انہی لوگوں نے بیعت کی ہے۔جنہوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کی تھی۔ لہٰذا نہ تو حاضر کے لیے حق باقی رہ گیا ہے کہ بیعت میں اختیار سے کام لے اور نہ غیرحاضر کو حق ہے کہ بیعت سے رُوگردانی کرے۔ شوریٰ تو صرف مہاجرین و انصار کے لیے ہے اگر انہوں نے کسی آدمی کے انتخاب پر اتفاق کر لیا تو اسے امام قرار دے دیا تو یہ اللہ کی اور پوری اُمت کی رضا مندی کے لیے کافی ہے اگر امت کے اس اتفاق سے کوئی شخص اعتراض یا بدعت کی بنا پر خروج کرتا ہے تو مسلمان اسے حق کی طرف لوٹا دیں گے جس سے وہ خارج ہوا ہے۔ انکار کرے گا تو اس سے جنگ کی جائے گی کیونکہ اس نے مومنوں کی راہ سے کٹ کر الگ راہ اختیار کی ہے اور خدا اس کو اس کی گمراہی کے حوالے کر دے گا اور اے معاویہ! میں بہ قسم کہتا ہوں کہ اگر تو نفس سے ہٹ کر عقل سے کام لے گا تو مجھے عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے بالکل بری الذمہ پائے گا کہ میرا اس خون سے دور کا بھی لگاؤ نہیں، یہ الگ بات ہے کہ تو اپنے مطلب کے لیے تہمتیں تراشے۔ خیر جو کرنا ہے کرتا رہ!‘‘

(نہج البلاغہ ۔صفحہ 724)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جب فتنہ پڑا تو اہل مصر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بولنے لگے، آپ رضی اللہ عنہ نے سختی سے ان کو دُھتکار دیا اس واقعہ کو یوں بیان کیا جاتا ہے: اہل مصر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ اس وقت مدینہ سے باہر ایک حصہ لشکر کی کمان کر رہے تھے اور ان کا سر کچلنے پر آمادہ کھڑے تھے ان لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر عرض کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بدانتظامی کے باعث اب خلافت کے قابل نہیں۔ ہم ان کو علیحدہ کرنے کے لیے آئے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ ان کے بعد اس عہدہ کو قبول کریں گے۔ انہوں نے (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے) ان کی بات سن کر اس غیرت دینی سے کام لے کر جو آپ رضی اللہ عنہ کے رُتبہ کے آدمی کا حق تھا ان لوگوں کو دُھتکار دیا اور بہت سختی سے پیش آئے اور فرمایا کہ: سب نیک لوگ جانتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کے طور پر ذوالمرۃ اور ذوخشب (جہاں ان لوگوں کا ڈیرہ تھا) پر ڈیرہ لگانے والے لشکروں کا ذکر فرما کر ان پر لعنت فرمائی تھی۔ (اَلْبِـدَایَۃُ وَالـنِّھَـایَۃُ جز 7۔صفحہ 174 مطبوعہ بیروت 1966ء) پس خدا تمہارا بُرا کرے تم واپس چلے جاؤ۔ اس پر ان لوگوں نے کہا کہ بہت اچھا ہم واپس چلے جاویں گے اور یہ کہہ کر واپس چلے گئے۔‘‘

(انوارالعلوم جلد نمبر4۔صفحہ 237)

کارنامے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کارہائے نمایاں بے شمار ہیں جن میں سے چند ایک نمونۃً پیش خدمت ہیں:

1) فوجی انتظامات:

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ خود ایک بڑے تجربہ کار جنگ آزما تھے اور جنگی امور میں آپ رضی اللہ عنہ کو پوری

بصیرت حاصل تھی اس لیے اس سلسلہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے بہت سے انتظامات کئے۔ چنانچہ شام کی سرحد پر نہایت کثرت کے ساتھ فوجی چوکیاں قائم کیں۔ 40ھ میں جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عراق پر عام یورش کی تو پہلے انہی سرحدی فوجوں نے ان کو آگے بڑھنے سے روکا۔ اسی طرح ایران میں مسلسل شورش اور بغاوت کے باعث بیت المال، عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لیے نہایت مستحکم قلعے بنوائے۔ اس طرح کا قلعہ حصن زیاد اسی سلسلہ میں بنا تھا۔ جنگی تعمیرات کے سلسلہ میں دریائے فرات کا پل بھی جو معرکۂ صفین میں فوجی ضروریات کے خیال سے تعمیر کیا تھا لائق ذکر ہے۔''

(سیر صحابہ۔جلد 1 صفحہ306)

2) ہمدردیٔ خلق اور رعایا کے ساتھ شفقت:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وجود رعایا کے لیے سایۂ رحمت تھا، بیت المال کے دروازے غربا اور مساکین کے لیے کھلے ہوئے تھے اور اس میں جو رقم جمع ہوتی تھی نہایت فیاضی کے ساتھ مستحقین میں تقسیم کر دی جاتی تھی، ذمیوں کے ساتھ بھی نہایت شفقت آمیز برتاؤ تھا، ایران میں مخفی سازشوں کے باعث بارہا بغاوتیں ہوئیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ نہایت رحم سے کام لیا یہاں تک کہ ایرانی اس لطف و شفقت سے متاثر ہو کر کہتے تھے: خدا کی قسم! اس عربی نے نوشیرواں کی یاد تازہ کر دی۔''

(سیر صحابہؓ۔جلد 1 صفحہ306)

3) عدل انصاف:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمدان سے باہر مقیم تھے کہ اسی اثنا میں آپ رضی اللہ عنہ نے دو گروہوں کو آپس میں لڑتے ہوئے دیکھا اور آپ رضی اللہ عنہ نے ان میں صلح کرا دی لیکن ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو کسی شخص کی آواز آئی کہ کوئی خدا کے لیے مدد کو آئے۔ پس آپ رضی اللہ عنہ تیزی سے اس آواز کی طرف دوڑے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کے جوتوں کی آواز بھی آرہی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کہتے چلے جاتے تھے کہ ''مدد آ گئی مدد آ گئی''۔جب آپ اس جگہ کے قریب پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک آدمی دوسرے سے لپٹا ہوا ہے۔ جب اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو عرض کیا کہ: اے امیر المؤمنین: میں نے اس شخص کے پاس ایک کپڑا نو درہم کا بیچا تھا اور شرط یہ تھی کہ کوئی روپیہ مشکوک یا کٹا ہوا نہ ہو اور اس نے اس کو منظور کر لیا تھا لیکن آج جو میں اس کو بعض ناقص روپے دینے کے لیے آیا تو اس نے بدلانے سے انکار کر دیا، جب میں پیچھے پڑا تو اس نے مجھے تھپڑ مارا آپ رضی اللہ عنہ نے مشتری سے کہا کہ اس کو روپے بدل دے۔ پھر دوسرے شخص سے کہا کہ تھپڑ مارنے کا ثبوت پیش کر۔ جب اس نے ثبوت دے دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے مارنے والے کو بٹھا دیا اور اس سے کہا کہ اس سے بدلہ لے۔ اُس نے کہا اے امیر المؤمنین! میں نے اس کو معاف کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مگر میں چاہتا ہوں کہ تیرے حق میں احتیاط سے کام لوں۔ معلوم ہوتا ہے وہ شخص سادہ تھا اور اپنے نفع نقصان کو نہیں سمجھ سکتا تھا اور پھر اس شخص کو سات کوڑے مارے اور فرمایا: اس شخص نے تو تجھے معاف کر دیا تھا لیکن یہ سزا حکومت کی طرف سے ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد2۔صفحہ 262 تا 263)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں تاریخ الخلفا میں لکھا ہے کہ:

''17 رمضان المبارک40ھ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے علی الصبح بیدار ہو کر اپنے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رات میں نے خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نے میرے ساتھ کج روی اختیار کی ہے اور اس نے سخت نزاع برپا کر دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں مجھ سے فرمایا کہ تم اللہ سے دعا کرو۔ چنانچہ میں نے بارگاہِ ربّ العزت میں اس طرح دعا کی کہ الٰہی! مجھے تو ان لوگوں سے بہتر لوگوں میں پہنچا دے اور میرے بجائے ان لوگوں کا ایسے شخص سے واسطہ ڈال جو مجھ سے بدتر ہو۔ ابھی آپ رضی اللہ عنہ یہ فرما ہی رہے تھے کہ اتنے میں ابن نباح مؤذن نے آکر آواز دی: اَلصَّلٰوۃ! اَلصَّلٰوۃ! چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھانے کے لیے گھر سے چلے۔ راستے میں آپ لوگوں کو نماز کے لیے آواز دے دے کر جگاتے جاتے تھے کہ اتنے میں ابن ملجم سے سامنا ہوا اور اس نے اچانک آپ رضی اللہ عنہ پر تلوار کا ایک بھرپور وار کیا۔ وار اتنا شدید تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی پیشانی کنپٹی تک کٹ گئی اور تلوار دماغ تک جا کر ٹھہری۔ اتنی دیر میں چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور قاتل کو پکڑ لیا۔

یہ زخم بہت کاری تھا پھر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ و ہفتہ تک بقید حیات رہے مگر اتوار کی شب آپ رضی اللہ عنہ کی روح بارگاہِ قدس میں پرواز کر گئی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو غسل دیا، امام حسن رضی اللہ عنہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی دارالامارت کوفہ میں رات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا۔''

(تاریخ الخلفاء۔صفحہ373 تا374 ترجمہ:علامہ شمس بریلوی۔شائع کردہ پروگریسو بکس)